غلبۂ دین کے لیے علمی وفکری تیاری کی ضرورت

سید جلال الدین عمری

مولانا سید جلال الدین عمری صدر ادارۂ تحقیق و امیر جماعت اسلامی ہند نے اپنے سفر پاکستان (۶۔۱۳/ جون ۲۰۱۲ء) کے دوران تحریکی حلقہ میں خصوصی نشستوں اور عوامی جلسوں میں خطبات کے علاوہ اہل فکر و دانش کی بعض علمی مجلسوں میں متعین موضوعات پر لیکچرس بھی دیے۔۱۲/ جون کو انھوں نے اسلامی جمعیت طلبہ پاکستان کے ذریعے قائم کردہ سید مودودی اکیڈمی کا افتتاح فرمایا۔ یہ اکیڈمی مولانا مودودیؒ کی ذاتی رہائش گاہ میں ، جسے ان کے ورثاء نے جماعت اسلامی کو ہبہ کردیا ہے، اسلامیات کے مختلف پہلوؤں پر علمی و تحقیقی کاموں کی انجام دہی کے لیے قائم کی گئی ہے۔اس کے افتتاح کے موقع پر مولانا نے 'غلبۂ دین کے لیے علمی وفکری تیاری کی ضرورت' کے موضوع پر خطاب فرمایا۔اس کے علاوہ ۹/ جون کو ادارۂ معارف اسلامی کراچی میں انھوں نے تحریک اسلامی سے وابستہ نوجوان اہل علم و دانش کے سامنے 'تحریک اسلامی کو درکار علمی وفکری کام اوراس کے لیے مطلوب افرادکار' کے موضوع پر خطاب کیا،اس کے بعد سامعین کے مختلف سوالات کے جوابات دیے۔اس پورے مواد کو ریکارڈنگ سے نقل کرکے اس کی مناسب تدوین کی گئی۔ہمیں خوشی ہے کہ اس پر مولانا نے بھی نظرثانی کی ہے اوراسے ایک مقالہ کی شکل دے دی ہے۔امید ہے کہ اس سے علمی وفکری کاموں کی انجام دہی اوراس راہ کی مشکلات پر قابو پانے کے سلسلے میں قیمتی رہ نمائی حاصل ہوگی۔ (محمد رضی الاسلام ندوی)

عزیزانِ گرامی!

آپ نے ایک علمی اکیڈمی کے افتتاح کے لیےاس عاجز کو یاد کیا۔ اس کے لیے میں آپ تمام عزیزوں کا شکرگزار ہوں۔ یہ اکیڈمی جس مقصد کے لیے قائم ہوئی ہے وہ بہت بڑا مقصد ہے اور ہم سب کا مقصد ہے۔ اس کی نسبت ایک ایسی ہستی کی طرف ہے، جس سے ہم سب نے فکری غذا حاصل کی ہے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اسلامی نظام کا جو تصور دیا اس کے پیچھے دلائل تھے، اس لیے اس نے بہت سے افراد کو متاثر کیا، ان کے ذہنوں کو بدلا اور اقامتِ دین اور اسلامی نظام کے قیام پر انھیں آمادہ کیا۔ خوشی ہے کہ آج اس کے اثرات عالمی سطح پر محسوس کیے جارہے ہیں۔

تحریکِ اسلامی کا استحکام فکری سرمایہ سے ممکن ہے

تحریکیں اپنے فکری سرمایہ کی بنیاد پر پیش قدمی کرتی ہیں۔ یہ سرمایہ جتنا مضبوط ہوگا، جتنا بڑھے گا، تحریک اتنی ہی مضبوط ہوگی اور ترقی کرے گی۔ اس سرمایے میں اگر کمی آئے گی یا کسی طرح سے یہ ناقص رہ گیا تو اس کا اثر بھی یقیناً تحریک اسلامی پر پڑے گا۔ آپ حضرات اچھی طرح واقف ہیں کہ جماعت اسلامی پاکستان کو اسلامی جمعیت طلبہ اپنی صفوں سے قیادت فراہم کرتی رہی ہے اور آئندہ بھی اس سے یہ توقع بے جا نہ ہوگی کہ اس کے ذریعہ جماعت کو آگے بڑھانے اور راہ نمائی کرنے والے افراد ملتے رہیں گے۔ جمعیت مختلف میدانوں میں اپنی خدمات انجام دے رہی ہے۔ تھوڑی بہت واقفیت خود مجھے بھی ہے، لیکن یہ جگہ، جہاں اس وقت یہ اجلاس ہورہا ہے، اس کا تقاضا ہے کہ یہاں سے وہ علمی وفکری کام انجام پائے جو مفکرِ اسلام مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے انجام دیا تھا۔ جو سرگرمی ہم یہاں پاکستان میں اور پاکستان کے باہر اقامت دین کی دیکھ رہے ہیں اس کی بنیاد اصلاً اس فکری سرمایہ پر ہے جو مولانا مودودیؒ نے فراہم کیا تھا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس فکری سرمایے کو آگے بڑھایا جائے۔

مولانا مودودیؒ کا کارنامہ

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے نہ صرف یہ کہ دین کا جامع اور واضح تصور دیا، اسے مدلّل اور مبرہن کیا، بلکہ اس فکر کی بنیاد پر ایک تنظیم بھی برپا کی۔ الحمدللہ ہم سب اسی کا حصہ ہیں۔ تحریکیں زندہ اس وقت رہتی ہیں، جب کہ فکری طور پر ان کی آبیاری ہوتی رہے۔ اگر اس کے فکری سوتے خشک ہوگئے تو وہ زیادہ دنوں تک اپنا وجود باقی نہیں رکھ سکتیں، دیر سویر ختم ہوجائیں گی۔ تحریک اسلامی کی ضرورت یہ ہے کہ جب کوئی مسئلہ ملکی یا عالمی سطح پر اٹھے تو قرآن و حدیث کی رہنمائی فراہم کی جائے، تبھی ہماری پیش قدمی جاری رہ سکتی ہے۔ اگر اس معاملے میں کوتاہی ہوگی تو ہمارے قدم پیچھے ہٹنے لگیں گے۔

صدرِ اوّل کی مثال

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جب رحلت ہوئی تو صحابۂ کرام پر اس کا اتنا صدمہ تھا جیسے ہوش گم ہوگئے ہوں۔ حضرت عمرؓ کی یہ کیفیت تھی (اور ظاہر ہے کہ یہ کیفیت اس تعلق کا نتیجہ تھا جو ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا۔ کہنے لگے کہ اللہ کے رسول اس دنیا سے کیسے چلے جائیں گے؟ اگر کوئی شخص کہے گا کہ آپ کی رحلت ہوگئی ہے تو میں اس کا سرتن سے جدا کردوں گا۔ اس صورت حال میں حضرت ابوبکرؓ نے صحابۂ کرام کو جمع کیا اور ان کے سامنے قرآن کی یہ آیت تلاوت کی:

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَى عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئاً وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ

(آل عمران: ۱۴۴)

محمدؐ تو بس ایک رسول ہیں، ان سے پہلے اور بھی رسول گزر چکے ہیں۔ پھر کیا اگر وہ وفات پاجائیں یا قتل کردیے جائیں تو تم لوگ الٹے پیر پھر جاؤ گے۔ جو شخص الٹے پیر پھر جائے گا وہ اللہ کا کوئی نقصان نہیں کرسکے گا اور جو لوگ اللہ کے شکرگزار بن کر رہیں گے، اللہ ان کو جلد ہی بہترین اجر دے گا۔

پھر فرمایا:

مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّداً فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْمَاتَ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ (صحیح بخاری:۲۴۲۱)

جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اب تو آپ دنیا سے رخصت ہوگئے۔ اور جو شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا اسے یاد رکھنا چاہیے کہ وہ تو زندہ ہے، اس پر کبھی موت طاری نہیں ہوگی۔

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ یہ آیت جب میں نے حضرت ابوبکرؓ کی زبان سے سنی تو مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے یہ آج ہی نازل ہوئی ہے۔

دیکھیے ، امت کے اندر کتنی بے چینی تھی۔ اس سے بڑا واقعہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ کل تک اللہ کے رسول ﷺ بہ نفس نفیس موجود تھے، آج نہیں ہیں۔ کتنے لوگوں کے ہوش ختم ہوگئے، لیکن جب قرآنی فکر سامنے آیا تو اتنے بڑے سانحے کو انگیز کرلیا گیا۔ بڑے بڑے حادثات اور واقعات امت پر آتے رہیں گے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ امت میں ایسے افراد موجود ہوں جو قرآن کی روشنی میں صحیح راہ نمائی کریں اور امت کو صحیح راستے پر قائم رکھیں۔

مغرب کا مقابلہ فکری سطح پر کیا جائے

میرے دوستو اور ساتھیو!

جیسا کہ میں نے عرض کیا، جمعیت بہت سے کام کررہی ہے، لیکن احساس یہ ہوتا ہے کہ وہ فکری کام، جس کی بنیاد پر تحریک اسلامی وجود میں آئی ہے اور اس جذبے کے تحت وجود میں آئی ہے کہ اللہ کے دین کو غالب کرنا ہے، اس فکر کو آگے بڑھانے کے لیے جیسی کوشش جمعیت کی طرف سے ہونی چاہیے، نہیں ہورہی ہے۔ اس کے جو بھی اسباب ہوں، کچھ اسباب آپ بیان کریں گے، کچھ اسباب سے میں بھی واقف ہوں، لیکن ان اسباب پر قابو پانا آپ کا اور ہمارا کام ہے۔ اس بات سے خوشی ہورہی ہے کہ جمعیت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ جس جگہ بیٹھ کر اس دورِ آخر میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے فکری سرمایہ فراہم کیا تھا اسی جگہ سے اسلامی فکر کو آگے بڑھانے اور اسے مستحکم اور مضبوط کرنے کی کوشش کی جائے۔

آج کے دور میں آپ چلتے پھرتے بھی محسوس کرسکتے ہیں کہ یہ فکری کشمکش کا دور ہے۔ ہماری فکری بنیادیں کم زور ہوں گی تو مخالف افکار ان پر غالب آجائیں گے۔ اسلام کے فکری غلبہ کو باقی رکھنے کے لیے آپ کو طویل اور مسلسل جدوجہد کرنی ہوگی۔ آپ جانتے ہیں کہ مغربی فکر کا غلبہ اس طرح ہوا کہ دوسو سال سے زیادہ عرصے تک اسے مضبوط کرنے کی کوشش کی گئی اور اب بھی کی جارہی ہے، تب یہ اپنی بنیادوں پر کھڑا ہے۔ اسے اگر آپ منہدم کرنا چاہتے ہیں، تو آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ کتنی زبردست کوشش آپ کو کرنی ہوگی۔ یہ ہماری خواہش ہے اور بہت مبارک خواہش ہے کہ آج کے باطل نظریات ختم ہوجائیں، موجودہ فاسد نظام بدل جائے اور ایک نیا نظام وجود میں آجائے، نیا عقیدہ وجود میں آجائے، نیا فکر وجود میں آجائے، نئی اخلاقیات وجود میں آجائیں، نئی معیشت اور نئی معاشرت وجود میں آجائے، نئی سیاست وجود میں آجائے، خاندان کا نیا سسٹم وجود میں آجائے، لیکن محض ہماری خواہش سے اتنا بڑا واقعہ رونما نہیں ہوسکتا۔ اس کے لیے آپ کو ہر میدان میں یہ ثابت کرنا ہوگا کہ تمھارا جو سسٹم ہے اس سے بہتر سسٹم ہمارے پاس موجود ہے اور اسی سسٹم کو اختیار کرکے تم ان مسائل سے نجات پاسکتے ہو جن میں تم گھر چکے ہو اور پھر یہ سسٹم وہ ہے جو تمھاری دنیا کو بھی بہتر بنائے گا، تم آج سے زیادہ ترقی کرو گے اور تمھاری آخرت کو بھی سنوارے گا۔ اس بات سے انکار آسان نہیں ہے کہ یہ دنیا یوں ہی ختم نہیں ہوجائے گی، بلکہ اس کے بعد آخرت آنے والی ہے اور ہر ایک کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دینا ہے اور تمھارے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے کہ آخرت آئے گی تو اس کا سامنا تم کرسکو گے۔ یہ دین وہ ہے جو تمھارے ذاتی اور شخصی مسائل بھی حل کرتا ہے، تمھارے جماعتی مسائل بھی حل کرتا ہے، ملی اور ملکی مسائل بھی حل کرتا ہے، تمھیں بہترین فیملی سسٹم دیتا ہے، تمھاری معیشت اور معاشرت کو صحیح رخ دیتا ہے اور تمھیں جنت کا مستحق بناتا ہے۔

انقلاب نعروں سے نہیں، فکر اور دلائل سے آتا ہے

دوستو! تحریکات میں جذبات کے اظہار کی، جلسوں اور جلوسوں کی اور متعین مقاصد کے لیے سیاسی جدوجہد کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے بغیر آج کے دور میں کسی

بڑی سیاسی تبدیلی کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ آپ جب کوئی نعرہ بلند کرتے ہیں تو مجھ جیسے بوڑھے آدمی کے خون میں بھی حرارت پیدا ہو جاتی ہے، لیکن یہ کسی انقلاب کے لیے ناکافی ہے۔ انقلاب دنیا میں نعروں سے اور سلوگن سے نہیں آئے گا، انقلاب آئے گا فکر سے اور دلائل سے۔ دنیا آپ کی بات سن کر کہے کہ ہمارے سامنے ایک نیا سسٹم آ گیا ہے، اس پر غور کیے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ آج آپ کہیں بھی اس پوزیشن میں نہیں ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ کہیں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ بہت سی چھوٹی بڑی تبدیلیاں رونما ہوتی ہی رہتی ہیں، لیکن ہم جو تبدیلی چاہتے ہیں اس کے لیے ضروری ہے کہ دنیا یہ کہے کہ ہمارے سامنے ایک نیا فکر آ گیا ہے، اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ ایک متبادل پیش کیا جارہا ہے اور ایک نیا نقطۂ نظر غور وفکر کی دعوت دے رہا ہے، اس کی بنیاد پر بھی دنیا کا نظام چل سکتا ہے۔ یہ سوال ابھی ہم نے نہیں کھڑا کیا ہے۔ میں آپ کی خدمات کا ہزار بار اعتراف کروں گا، لیکن اس واقعے سے آپ انکار نہیں کرسکتے کہ دنیا میں یہ سوال ابھی تک آپ نے کھڑا نہیں کیا ہے، جب کہ آپ کے پاس مضبوط لٹریچر بھی ہے اور اس لٹریچر کی بنیاد پر یا اس نہج پر آپ اس سے بھی بڑا کام کرسکتے ہیں۔

تحریک اسلامی کو ماہر افراد مطلوب ہیں

اس کے لیے جس بات کی ضرورت ہے، وہ یہ کہ آپ میں سے کچھ افراد ایسے ضرور ہوں جو اپنی زندگیاں اس کے لیے وقف کردیں۔ ان کا اوڑھنا بچھونا اسلامی فکر ہو، وہ یہ صلاحیت پیدا کریں کہ زندگی کے کسی بھی شعبے میں وہ سند کا درجہ رکھتے ہوں اور اسلام پر بھی ان کی باتیں مستند تسلیم کی جائیں۔ کوئی شخص یہ نہ کہے کہ جس فیلڈ میں وہ بات کررہے ہیں اس کا ان کو علم نہیں ہے اور اسلام سے پوری واقفیت کے بغیر وہ اس کے بارے میں اظہار خیال کررہے ہیں۔ آپ میں سے کچھ افراد ایسے ضرور ہونے چاہییں جو اپنی زندگی لگا کر اپنی اپنی فیلڈ میں مہارت پیدا کریں اور اسلامی علوم پر بھی ان کو عبور ہو۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ مقام بڑی مشکل سے سماج میں کسی شخص کو حاصل ہوتا ہے، کہ لوگ کہیں کہ اس فن میں اس کی طرف رجوع کیا جانا چاہیے اور اس سے رہنمائی حاصل کی جانی چاہیے۔ اس کے لیے کچھ افراد آپ میں

سے تیار ہوں اور پوری جمعیت اور پوری جماعت کی ذمہ داری ہے کہ ان کے لیے اس کے مواقع فراہم کریں، تب یہ کام آگے بڑھے گا۔ بغیر خونِ جگر جلائے علمی وفکری کام انجام نہیں پاتا۔ جن شخصیات کو بھی آپ دیکھتے ہیں کہ انھوں نے کوئی بڑی علمی خدمت انجام دی ہے، انھوں نے اس کے لیے اپنی زندگیاں کھپا دیں، تب وہ اس قابل ہوئے کہ لوگوں نے انہیں اسلام پر سند مانا اور ان سے علمی وفکری رہنمائی حاصل کی۔

مہارت کے لیے قربانی دینی ہوگی

میں صرف یہ عرض کروں گا کہ بڑا مبارک قدم آپ نے اٹھایا ہے۔ جو روشنی یہاں سے پھیلی ہے اسے جاری رکھنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے آپ کو ایسے افراد چاہئیں جو اپنی زندگیاں اس میں لگا دیں، ہرطرح کی قربانی دیں، جن میں یہ حوصلہ ہو کہ اس کی خاطر دنیا کے مفادات کو بھی نظر انداز کرسکیں۔ مولانا مودودیؒ کی زندگی میں، آپ جانتے ہیں، کتنے ہی ایسے مواقع آئے کہ اگر وہ چاہتے تو کسی تعلیمی ادارے کے ذمہ دار ہوجاتے، کسی یونیورسٹی میں پروفیسر ہوجاتے، ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ ہوجاتے۔ ایوب خان نے تو یہ چاہا تھا کہ وہ خود ایک یونیورسٹی قائم کریں اور اس کے وائس چانسلر ہوجائیں، لیکن انھوں نے کہا کہ مجھے یہ نہیں چاہیے، میں تو اسلامی فکر کا غلبہ چاہتا ہوں۔ اگر کوئی شخص ذرا ذرا سی ترغیب پر اور ذرا ذرا سی توقع پر علمی اور فکری کام چھوڑ دے اور جدھر کوئی چمک دیکھے ادھر دوڑ پڑے تو اس سے سرسری طور پر تو کچھ باتیں ظاہر ہوسکتی ہیں، لیکن وہ سند اور اتھارٹی نہیں بن سکتا اور دنیا اس کی طرف رجوع نہیں کرسکتی۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ پوری ایک ٹیم تیار ہو اور اس کی ذمہ داری جمعیت اپنے ہاتھ میں لے اور جماعت اس کا تعاون کرے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (آل عمران: ۱۰۴)

تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہوں جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکیں، جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ پوری امت پر یہ ذمہ داری ہے کہ خیر کی دعوت اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فرض انجام دے اور یہ بھی ذمہ داری ہے کہ اس کے لیے ایک جماعت تیار کرے۔ ظاہر ہے کہ ابھی ہم اس موقف میں نہیں ہیں کہ پوری امت کو اس کام میں لگا سکیں، یا امت کسی متعین منصوبہ کے تحت اس طرح کا کوئی ادارہ قائم کر سکے۔ آپ نے جب ارادہ کیا ہے تو اس کام کو آگے بڑھانے کی کوشش کیجیے اور اس کے لیے ممکنہ تدابیر اختیار کیجیے۔ مولانا مودودیؒ نے اپنی زندگی کے آخری مرحلے میں پہلے کراچی میں، پھر لاہور میں ادارۂ معارف اسلامی قائم کیا تھا۔ اب اس کے بعد آپ نے یہ ارادہ کیا ہے۔ میں تو صرف دعا کروں گا کہ آپ اپنے اس ارادہ میں کامیاب ہوں، اپنے اس ارادہ کو عزم میں تبدیل کریں اور اس فیصلے کے ساتھ اٹھیں کہ اس کام کے لیے جو قربانی مطلوب ہے وہ ہم پیش کریں گے، تب آپ کا یہ جذبہ بارآور اور نتیجہ خیز ہوگا۔ ورنہ ظاہر ہے کہ کتنے ایسے ادارے ہیں، جہاں کبھی کبھی کوئی پروگرام ہوجاتا ہے، اجلاس ہوجاتے ہیں، جلسے ہوجاتے ہیں، لیکچر ہوجاتے ہیں، سمینار ہوجاتے ہیں، لیکن ایسے افراد، جو اس کام میں اپنی زندگی لگا دیں اور اپنے آپ کو گھلا دیں، وہ کم ہوتے ہیں اور یہ یقین رکھنا چاہیے کہ اس کے بغیر کوئی قابل ذکر کام انجام نہیں پا سکتا۔

ہمارے لیے یہ کوئی بڑی مثال نہیں ہے۔ صرف اپنی بات کی تائید اور توثیق کے لیے عرض کر رہا ہوں۔ مارکس، جس کے ذریعہ دنیا کے ایک بڑے حصے میں انقلاب آیا، اس کے بارے میں مشہور ہے کہ برلن کی لائبریری میں وہ سب سے پہلا شخص ہوتا جو داخل ہوتا اور سب سے آخری شخص ہوتا جو وہاں سے نکلتا۔ تب اس کے ذریعہ Capital جیسی تصنیف وجود میں آئی، جو دنیا کے بڑے حصے پر اثر انداز ہوئی۔ کیا اس کے پاس نوکریاں نہیں تھیں، مواقع نہیں تھے، لیکن اس کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی کہ دنیا کا نقشہ بدلنا ہے، سرمایہ داری، زمین داری اور اس جیسی دوسری چیزوں کو ہٹا کر اور ظلم وزیادتی کو ختم کر کے سوشلسٹ سماج قائم کرنا ہے۔ وہ کتنا کامیاب ہوا اس سے بحث نہیں ہے، صرف یہ عرض کرنا ہے کہ اس طرح کی جب کیفیت ہوتی ہے تب وہ چیز وجود میں آتی ہے جس سے دنیا کا نقشہ بدلتا ہے۔

میرے دوستو اور ساتھیو!

مسلمانوں کی تاریخ میں اس طرح کی بے شمار مثالیں ہیں کہ کچھ لوگوں نے اپنی زندگیاں کھپائیں اور آج ہم ان کی فکر اور علم وتحقیق سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

آپ نے اکیڈمی کے قیام کا جو قدم اٹھایا ہے وہ بہت ہی بابرکت ہے۔ میری دعا ہے کہ یہ پہلا اور آخری قدم نہ ہو، بلکہ آپ آگے ہی بڑھتے چلے جائیں اور مولانا مودودیؒ نے جو کام انجام دیا اس کو آپ اور آگے بڑھائیں۔ ظاہر ہے، مولانا مودودیؒ کی تمام تر عظمت کے باوجود آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ انھوں نے دنیا کے تمام مسائل حل کر دیے، اب کسی بھی مسئلہ پر گفتگو کرنے کی، سوچنے کی، سمجھنے کی ضرورت نہیں ہے، اب کوئی سوال ہی ہمارے سامنے نہیں رہ گیا ہے۔ یہ تو وہی شخص کہہ سکتا ہے جو دنیا سے بے خبر اور حالات سے ناواقف ہو۔ اس لیے میری درخواست ہے کہ اس مرکز کو حقیقی معنیٰ میں تحقیقات کا مرکز بنائیے، اپنے کچھ لوگوں کو اس کام کے لیے فارغ کیجیے اور ایسے حوصلہ مند افراد تلاش کیجیے جو اپنی زندگیاں اس کام میں لگائیں اور اس کام کو آگے بڑھائیں۔ یہی کامیابی کا راستہ ہے۔

(یہاں تک کا خطاب سید مودودی اکیڈمی لاہور کے افتتاح کے موقع کا تھا۔ آگے کا خطاب اور سوالات وجوابات ادارۂ معارف اسلامی کراچی میں ہوئے تھے۔)

تحریک اسلامی کو درکار علمی وفکری کام اور اس کے لیے مطلوب افراد

دوستو اور ساتھیو!

ہم اس بات سے اچھی طرح واقف ہیں کہ آج مغربی فکر دنیا پر چھایا ہوا ہے۔ گو اس فکر پر تنقید بھی ہوتی رہتی ہے، لیکن اس کو مضبوط بنانے کی کوششیں بھی مسلسل جاری ہیں۔ اس لحاظ سے ہماری کوششیں اگر آپ دیکھیں تو بہت کم ہیں۔ دوسری زبانوں میں ہونے والے کاموں کا تو مجھے زیادہ علم نہیں ہے، لیکن اردو میں جو کچھ کام ہو رہا ہے اس سے آپ بھی واقف ہیں اور میں بھی کسی حد تک واقفیت رکھتا ہوں۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس کام کو آگے بڑھانے کے لیے جس طرح کے افراد کی ضرورت ہے وہ ہمیں مل نہیں رہے ہیں۔ ہندوستان

ہو یا پاکستان، دونوں جگہوں پر یہی صورت حال ہے۔ بہت کم لوگ ہیں جو یہ کام انجام دینا چاہتے ہیں اور دل و جان سے اس میں لگے ہوئے ہیں۔ علمی کاموں کا معاملہ یہ ہے کہ آدمی اپنی زندگی وقف کرتا ہے تو اس قابل ہوتا ہے کہ کسی موضوع پر اطمینان کے ساتھ اظہار خیال کر سکے۔ کبھی کبھی میں کہتا ہوں کہ تصنیف و تالیف مستقل پتہ ماری کا اور بہت ہی صبر آزما کام ہے۔ اس میں کافی وقت لگتا ہے کہ آدمی سوچ سمجھ کر کوئی نقطہ نظر پیش کرے یا کسی موقف کی، دلائل کے ساتھ وکالت کرے۔ اس کے بعد ایک وقت آتا ہے اور وہ بھی لمبے عرصے کے بعد کہ اس کی تحریریں پڑھی جاتی اور اس کے خیالات سنے جاتے ہیں۔ نہ ہر شخص کی تحریر پڑھی جاتی ہے، نہ ہر کسی کے خیالات سنے جاتے ہیں۔

ہم سب اس تجربہ سے گزر چکے ہیں، بلکہ اب بھی گزر رہے ہیں کہ خود ہی لکھتے ہیں اور خود ہی پڑھتے ہیں۔ اس راہ میں ایک طویل عرصہ کے بعد لوگ تسلیم کرتے ہیں کہ اس موضوع پر اس شخص کو بولنے کا حق ہے۔ تب اس کی تحریریں پڑھتے ہیں اور اس کے خیالات سنتے ہیں۔ ہماری کم زوری یہ ہے کہ ہم اس طرح کی زحمت اور محنت کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اس کے لیے جس طرح کی محنت چاہیے، یکسوئی چاہیے، اور سب سے بڑی بات یہ کہ قربانی چاہیے، وہ ہمارے اندر نہیں ہے۔ ہماری پوری تاریخ گواہ ہے کہ جن لوگوں نے علمی کام کیا انھوں نے اپنی پوری زندگی اس میں لگا دی۔ ان کے لیے دنیا حاصل کرنے اور ترقی پانے کے مواقع تھے، لیکن انھوں نے نظر انداز کر دیا۔ ایک موقع پر مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے اپنے بارے میں اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم جیسے لوگ اگر چاہیں تو بیرونِ ملک ملازمت، یونی ورسٹی کی پروفیسری یا دوسرے عہدے حاصل کر سکتے ہیں، لیکن ہم نے طے کیا ہے کہ ہندوستان میں رہیں گے اور یہاں جو خدمت کر سکتے ہیں کریں گے۔ اس میں کوئی مبالغہ نہیں تھا۔ جب انھوں نے یہ بات کہی تھی تو واقعی وہ اس پوزیشن میں تھے۔ یہی حال ان لوگوں کا ہوتا ہے جنھوں نے علمی کام کیا ہے یا ان کا کوئی کنٹری بیوشن (Contribution) رہا ہے۔ انھوں نے طویل عرصہ تک قربانیاں دی ہیں، تب کہیں جا کر وہ اس مقام تک پہنچے ہیں۔ اب چوں کہ علوم شاخ در شاخ ہو گئے ہیں، اس لیے اس بات کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ ہر علم میں ایسے

محققین پیدا ہوں، جو اپنے علم میں بھی مہارت رکھتے ہوں اور ساتھ ہی اسلام پر بھی ان کی گہری نظر ہو اور ان کی تحریریں پڑھنے سے اندازہ ہو کہ ان کی اپنے شعبے پر بھی گہری نظر ہے اور اسلام کا بھی ان کا وسیع مطالعہ ہے۔ اس طرح کے افراد لمبی مدت کے بعد تیار ہوتے ہیں۔

اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ دورِ حاضر کے علمی تقاضوں کا احساس ہمارے درمیان موجود ہے، اگر کچھ افراد اس کے لیے تیار ہو سکے اور جو میدان خالی ہے یا جس شعبے میں تلاش و تحقیق کی ضرورت ہے اس میں قابل ذکر خدمت انجام دے سکے تو آگے کی راہ ہموار ہونے لگے گی۔ جب تک کسی تحریک کی علمی و فکری بنیادیں مضبوط نہ ہوں اس وقت تک کوئی تبدیلی نہیں آسکتی۔ اسلام اب تک اس لیے باقی ہے کہ اس کی فکری بنیادیں مضبوط ہیں۔ اس پر اعتراضات کیے گئے تو ان کا جواب دینے والے پائے گئے۔ اب اس دور میں جو خلا محسوس ہو رہا ہے اور تمام تر کوششوں کے باوجود وہ پُر نہیں ہو پا رہا ہے، اس کو اگر ہم پُر کرنے کی کوشش کر سکیں تو اللہ تعالیٰ کے یہاں بھی بہت بڑے اجر و ثواب کے مستحق ہوں گے اور ان شاء اللہ تحریک اسلامی کو بھی آگے بڑھانے میں مدد ملے گی۔

آپ حضرات اپنے اپنے میدان میں تجربہ اور معلومات رکھتے ہیں۔ آپ خود سوچیں کہ اسلام کو آج کے دور میں کس طرح پیش کیا جائے کہ اس فیلڈ کے ماہرین بھی آپ کی پختگی اور مہارت کو تسلیم کریں اور اسلام کو جاننے والے بھی سمجھیں کہ اسلام کی ٹھیک ٹھیک ترجمانی ہو رہی ہے اور اس میں کوئی غلط بات نہیں آئی ہے۔

[اس گفتگو کے بعد حاضرین کی طرف سے کچھ سوالات کیے گئے، جن کے محترم امیر جماعت نے جوابات دیے۔ چند منتخب سوالات اور ان کے جوابات ذیل میں پیش کیے جا رہے ہیں]

مولانا مودودیؒ کے بعد ان کے معیار کا علمی کام کیوں نہیں ہو پایا؟

سوال 〈۱〉 : پاکستان میں ایک عمومی تاثر یہ ہے کہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے جو علمی و فکری کام کیا تھا وہ ان کے بعد آگے نہیں بڑھ سکا، اسی سطح پر رک گیا ہے۔ آپ کی گفتگو سے تاثر ملتا ہے کہ ہندوستان میں بھی یہی صورت حال ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب : مولانا مودودیؒ جیسی شخصیات نمونے کا کام کرتی ہیں۔ آپ اس کی توقع نہیں کر سکتے کہ بہت سے مودودی پیدا ہو جائیں، یا ان کی طرح کا علمی کام کرنے والے بہت سے افراد سامنے آجائیں۔ یہ صحیح ہے کہ مولانا مودودیؒ نے جو علمی کام کیا اس کی بڑی قدر و قیمت ہے، عرصہ تک اس کا وزن محسوس کیا جائے گا، لیکن اس کے ساتھ یہ بھی امر واقعہ ہے کہ یہاں علمی خلا نہیں رہا ہے۔ بعض وہ موضوعات، جن پر مولانا مودودیؒ کو کام کا موقع نہیں ملا، یا وہ صرف ان کی طرف اشارے ہی کر سکے، جماعت کے اہل علم نے ان کو آگے بڑھایا ہے۔ بعض نئے موضوعات بھی اپنائے گئے ہیں۔ یہ بات صحیح ہے کہ علمی سطح سے اس پورے کام کا ایک معیار نہیں ہے۔ آپ اس میں فرق دیکھیں گے۔ یہ ایک فطری بات ہے۔

علمی کام انفرادی سطح پر ہو یا اجتماعی سطح پر؟

سوال 〈۲〉: کیا یہ علمی و تحقیقی کوششیں انفرادی طور پر ہی ہوتی رہیں گی، یا ادارۂ معارف اسلامی اور اس جیسے دیگر ادارے اس کو منظّم انداز میں آگے بڑھا سکتے ہیں؟ یہ بات کہ لکھنے والے اب نہیں رہے تو کیا ان اداروں کے ذریعے لکھنے والے افراد کو ایک جگہ جمع کرکے کام کو آگے نہیں بڑھایا جا سکتا؟

جواب : کام تو اصلاً فرد ہی کرتا ہے، ادارے اس میں معاون ہوتے ہیں۔ اداروں کا کام ہے کہ ایسے افراد کو جوڑیں اور ان کے کچھ مسائل یا دشواریاں ہوں تو انہیں حل کرنے کی کوشش کریں۔ ہم ادارۂ معارف اسلامی کو بھی یہی مشورہ دیں گے اور اس نوعیت کے دیگر اداروں کو بھی کہ جن افراد کے اندر یہ جذبہ ہے کہ وہ اسلام کی علمی وفکری خدمت کریں، ان کے مسائل کو دیکھیں اور انھیں حل کرنے کی کوشش کریں۔

انفرادی طور پر جو کام ہوتے ہیں اور اجتماعی طور پر جو کوششیں انجام دی جاتی ہیں ان میں بہ ہر حال فرق ہوتا ہے۔ اجتماعی کوششیں ان کمیوں کو دور کرتی ہیں جو انفرادی کوششوں میں رہ جاتی ہیں۔ اگر ادارہ ہو، لیکن افراد ہی نہ ہوں تو کوئی کام نہیں ہوسکتا اور افراد ہوں، لیکن ان کے مسائل حل نہ ہوں تو بھی کام رک جائے گا۔ دونوں کے تعاون کے ساتھ ہی بہتر طریقے

سے کام انجام پاسکتا ہے۔ یونی ورسٹیوں میں اس طرح کا ماحول کسی قدر پایا جاتا ہے۔ وہاں جب کسی شخص کی ریسرچ کا مرحلہ آتا ہے تو یونی ورسٹی اس کی مدد کرتی ہے۔ علمی وفکری مدد بھی اور مالی مدد بھی۔ اس کے باوجود یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یونیورسٹیوں کا معیار تحقیق بہت بلند ہے اور بہت اعلیٰ کام انجام پاتا ہے، لیکن طریقہ کار صحیح ہے۔ یہی طریقہ اداروں کو بھی اختیار کرنا چاہیے۔ اگر کچھ افراد ہمارے یہاں تیار ہوں تو اداروں کو چاہیے کہ ان کا ہر طرح تعاون کریں، ان کے لیے سہولتیں اور مواقع فراہم کریں۔ اس کی کمی محسوس ہوتی ہے۔ ہمارے درمیان ایسے افراد بھی مل جائیں گے کہ انھوں نے کوئی تحقیق کی، لیکن اس کی اشاعت ہی کی نوبت نہیں آئی۔ اس کا انتظام ادارے کر سکتے ہیں۔ بہ ہر حال دونوں کے تعاون ہی سے یہ کام انجام پاسکتے ہیں۔

کیا مشرق میں اجتماعی طور پر کام کا رجحان نہیں ہے؟

سوال ⟨۳⟩: مغرب میں ہم دیکھتے ہیں کہ وہاں بڑے کام اداروں کے ذریعہ انجام پاتے ہیں۔ چاہے سائنس میں ہو، کلچر میں ہو یا کسی اور میدان میں، جب کہ ہمارے یہاں جو بھی کام ہوا ہے وہ انفرادی طور پر ہوا ہے، چاہے وہ مولانا مودودیؒ کے ذریعہ ہوا ہو یا مولانا امین احسن اصلاحیؒ، یا دیگر حضرات کے ذریعے۔ اسی وجہ سے ہمارے یہاں منظّم اور منصوبہ بند طریقے سے علمی کام انجام نہیں دیا جاسکا ہے؟

جواب: آپ کی بات صحیح ہے کہ مغرب میں ادارے قائم کرنے اور ان کے ذریعے کام انجام دینے کا رجحان زیادہ ہے۔ ہمارے یہاں اداروں کے ذریعے کوششیں کم ہوئی ہیں۔ لیکن بہ ہر حال جب تک ہمارے یہاں ادارے نہ ہوں تب تک افراد ہی کو کام کرنا ہوگا۔ افراد کے کام کرنے کی راہ میں مشکلات ہیں اور ہمارے ادارے بھی اس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ بڑے پیمانے پر افراد کی سرپرستی کرسکیں، لیکن ممکنہ اشتراک سے کام آگے بڑھ سکتا ہے۔ ماضی میں بعض ادارے ایسے رہے ہیں جن سے اہم علمی کام انجام پایا ہے، خواہ وہ تحریکی کام نہ ہو، بہ ہر حال علمی کام ہے اور معیاری ہے۔ پاکستان میں بھی اس طرح کے متعدد ادارے ہیں۔ بہ طور مثال ہندوستان میں دارالمصنفین اعظم گڑھ کا نام لیا جاسکتا ہے۔ اگر چہ اس کی خدمات کا

زیادہ ذکر نہیں ہوتا، لیکن کسی زمانے میں اس سے مولانا سید سلیمان ندویؒ اور مولانا عبدالسلام ندویؒ جیسی شخصیات وابستہ تھیں ۔ اور بھی بہت سی علمی شخصیات اس سے متعلق رہی ہیں۔ اور آپ کو معلوم ہوگا کہ مولانا مودودیؒ کی پہلی کتاب 'الجہاد فی الاسلام' سب سے پہلے اسی ادارے سے شائع ہوئی تھی۔ اس طرح کے اور بھی ادارے ہیں، جو فکر اسلامی کی ترجمانی کر رہے ہیں۔ مولانا مودودیؒ نے ذاتی طور پر بھی کام کیا اور ادارے بھی قائم کرنے کی کوشش کی۔ یہ ادارہ (ادارۂ معارف اسلامی کراچی) بھی انہی کا قائم کردہ ہے۔ اب اس ادارہ کو آپ کتنا مفید بناتے ہیں اور اس سے کتنا کام لیتے ہیں، یہ آپ کی کوششوں پر منحصر ہے۔

علمی وفکری روایت کے کم زور پڑنے کی وجوہ

سوال ‹۴›: ہماری علمی وفکری روایت کیوں کم زور ہوئی ہے؟ جب تک اس کی وجوہات طے نہیں کی جائیں گی اس وقت تک اس کا تدارک نہیں ہوسکتا۔ کیا ہمارا مزاج تبدیل ہوگیا ہے؟ یا ہماری توجہ ہٹ گئی ہے؟ یا ہم پڑھنے لکھنے والے افراد کو اپیل نہیں کر پا رہے ہیں؟ یا ہمارے اندر کوئی پڑھنے لکھنے پر آمادہ نہیں ہے؟

جواب: اس کے اسباب مختلف ہوسکتے ہیں۔ آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہماری تحریریں اتنی جان دار نہیں ہوتیں جتنی مولانا مودودیؒ کی ہوتی تھیں۔ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے یہاں پڑھنے لکھنے کا رجحان کم ہوگیا ہے۔ لیکن یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ کوئی کام ہی نہیں ہو رہا ہے۔ مولانا مودودیؒ تحریک اسلامی کے بانی اور قائد تھے۔ ان سے وابستگانِ تحریک کو جو عقیدت ہے وہ ہر ایک سے نہیں ہوسکتی۔ اس کے باوجود جماعت اسلامی میں مولانا مودودیؒ کے علاوہ دیگر اصحاب علم نے بھی جو فکری خدمات انجام دی ہیں ان کو آسانی سے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ علمی دنیا میں ان کا بہرحال اعتبار ہے۔ بات صرف اس علمی روایت کو آگے بڑھانے کی ہے۔ اس کی فکر ہونی چاہیے۔ آپ کی تحریریں مواد اور پیش کش کے لحاظ سے پرکشش ہوں گی تو وہ خود آہستہ آہستہ اپنی جگہ بنالیں گی۔

موجودہ دور میں کن موضوعات پر تحقیق کی جائے؟

سوال 〈۵〉: آج کن موضوعات پر کام کرنے کی ضرورت ہے؟

جواب: مغرب میں، کوئی موضوع ایسا نہیں جس پر کام نہ ہوا ہو۔ آدمی کو جس موضوع سے بھی دل چسپی ہو اور وہ مغربی فکر کو جاننا چاہے تو جان سکتا ہے۔ اس نے اپنے طور پر ثابت کر دیا کہ انسان کو خدا پر ایمان کی ضرورت نہیں ہے، وہ آسمانی ہدایت کا محتاج نہیں ہے، وہ اپنی عقل، تجربہ اور قیاس سے فائدہ اٹھا کر زندگی کی راہ تلاش کر سکتا ہے۔ اب اس کے مقابلہ میں آپ کو خدا کے وجود، اس کی ہدایت کی ضرورت اور انسانی ذرائع علم کا ناکافی ہونا دلائل سے ثابت کرنا ہے۔ آپ کو جس موضوع سے بھی دل چسپی ہو اور جس میں بھی آپ نے مہارت حاصل کی ہو، اسلام کا بھی اسی گہرائی کے ساتھ مطالعہ کریں اور مغرب کی تحقیق کے مقابلہ میں اپنے نتائج تحقیق اسلامی نقطۂ نظر سے پیش کریں۔ آپ میں سے کسی کو سوشل سائنسز سے دل چسپی ہوگی، کوئی فزیکل سائنس کا آدمی ہوگا۔ کوئی بھی شخص اپنی لائن متعین کر سکتا ہے اور اس پر کام کر سکتا ہے۔ یہ ایک واقعہ ہے کہ ہمارے یہاں سماجی علوم میں بعض موضوعات پر کسی قدر کام ہوا ہے، بعض موضوعات پر نہیں ہوا ہے۔ مثلاً معاشیات پر ہمارے حلقے میں خاصا کام ہوا ہے، ایسا کام، جسے معیاری تسلیم کیا گیا ہے، لیکن بعض دیگر موضوعات پر کام نہیں ہوا ہے۔

جدید موضوعات پر کام کرنے کی ضرورت

سوال 〈۶〉: مولانا مودودیؒ نے اپنے زمانے کے جدید موضوعات پر کام کیا اور ان کے سلسلے میں اسلام کی رہ نمائی فراہم کی۔ آج ایسا محسوس ہوتا ہے کہ روایتی موضوعات پر تو کام ہو رہا ہے، لیکن موجودہ زمانے کے جدید موضوعات پر کام نہیں ہو رہا ہے۔

جواب: دیکھیے، اگر آپ کوئی کمی محسوس کر رہے ہیں تو ہماری اور آپ کی ذمہ داری ہے کہ اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔ مولانا مودودیؒ نے اپنے زمانے میں جو علمی کام کیا اس کی قدر و قیمت تسلیم کرنے کے باوجود اس بات کا امکان ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ اس میں

پیش کردہ کچھ معلومات پرانی ہوگئی ہوں۔ میں ایک مثال دیتا ہوں، مولانا مودودیؒ نے ضبط ولادت پر ایک مختصر سا رسالہ لکھا تھا، پروفیسر خورشید احمد نے بعد میں اس میں جدید معلومات کا اضافہ کیا۔اب اس سے آگے بھی بعض مسائل کھڑے ہوگئے ہیں۔علمی میدان میں کوئی بھی چیز کہیں جا کر رک نہیں جاتی۔ آج دنیا جس تیزی سے بدل رہی ہے، اس میں تو بڑی تبدیلی آ رہی ہے۔ اس لیے یہ احساس تو صحیح ہے کہ آج جو کام ہو رہا ہے اس سے جدید تقاضے پورے نہیں ہو رہے ہیں، البتہ سوچنے کی چیز یہ ہے کہ اس کام کو ہم بہتر طریقے پر کیسے انجام دے سکتے ہیں اور اس میں ہمارا کیا کنٹری بیوشن (Contribution) ہوسکتا ہے؟

علمی کاموں کی بڑے پیمانے پر اشاعت کرنے کی تدابیر

سوال ‹۷›: مغرب میں جو کچھ لکھا جاتا ہے اس کا بڑے پیمانے پر اشتہار ہوتا ہے۔مولانا مودودیؒ نے نوجوانوں اور جدید تعلیم یافتہ طبقے کے لیے جو کچھ لکھا اس نے اگرچہ بہت سے لوگوں کو متاثر کیا، لیکن زیادہ بڑے پیمانے پر اس کی پبلسٹی نہیں ہوسکی ۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج جماعت اسلامی کے کرنے کا کام یہ ہے کہ اس کے پاس جو علمی اثاثہ ہے وہ مغربی دنیا تک بھی پہنچے اور پاکستان اور ہندوستان میں بھی جہاں جہاں وہ نہیں پہنچ سکا ہے وہاں پہنچانے کی کوشش کی جائے۔اس کے لیے کیا تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں؟

جواب: مغرب کا معاملہ یہ ہے کہ وہاں کوئی چیز آتی ہے تو مختلف وسائل وذرائع سے بڑے پیمانے پر اس کا اشتہار و اعلان ہوتا ہے، لوگوں کو اس کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے۔ یہ مزاج ہمارے یہاں نہیں ہے۔ اس لیے کوئی تحریر، خواہ وہ مولانا مودودیؒ کی ہو یا کسی اور کی، زیادہ بڑے پیمانے پر پڑھی نہیں جاتی۔ اب یہ ہمارے سوچنے کی چیز ہے کہ اگر کوئی ایسی تحریر ہے، جسے مغرب تک پہنچنا چاہیے تو اس کے لیے کیا تدبیر اختیار کی جائے۔ یہ بات صحیح ہے کہ مولانا مودودیؒ کی تحریروں سے ایک خاص طبقہ متاثر ہوا،لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ ہر حلقہ میں پہنچ گئیں۔آپ کے اور ہمارے سوچنے کی چیز یہ ہے کہ جہاں وہ نہیں پہنچ سکی ہیں وہاں پہنچانے کی کیا تدبیر اختیار کریں۔ اس کے ساتھ اس واقعہ کو بھی تسلیم کرنا چاہیے کہ ہمارے یہاں جب بھی

علمی وفکری کام کی بات آتی ہے تو مولانا مودودیؒ ہی کی شخصیت سامنے آتی ہے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ مولانا مودودیؒ نے بڑا کام کیا ہے، ان کی عظیم خدمات ہیں، انھوں نے راہ دکھائی ہے، لیکن ان کی رسائی، جیسا کہ عرض کیا گیا، ایک خاص طبقے تک رہی ہے۔ مولانا مودودیؒ کے علاوہ دوسرے لوگوں کی تحریریں بھی ہوسکتی ہیں۔ ہمیں سوچنا چاہیے کہ انھیں غیر مسلم دنیا تک کیسے پہنچایا جائے؟

میڈیا میں تحریک اسلامی کا نفوذ

سوال 〈۸〉: ایک احساس ہوتا ہے کہ میڈیا اور ذرائع ابلاغ میں اسلامی تحریکوں کا نفوذ بہت معمولی ہے، جب کہ اس کی غیر معمولی اہمیت سے ہم انکار نہیں کرسکتے۔

جواب: میڈیا ایک بڑی طاقت ہے۔ آج لوگوں کا ذہن بنانے میں تصنیفات وتالیفات سے زیادہ میڈیا کا حصہ ہوگیا ہے، لیکن اس میدان میں ہمارا اپروچ نہیں ہے۔ پاکستان میں کیا صورت حال ہے، اس کا مجھے علم نہیں ہے۔ ہندوستان میں ہم نے کوشش کی تھی کہ ہمارا کوئی چینل ہو۔ اس میں ابھی ہم کامیاب نہیں ہوسکے ہیں۔ البتہ جماعت اسلامی کیرلا نے کوشش کرکے اپنے چینل کی اجازت حاصل کرلی ہے۔ ان شاء اللہ جلد وہ کام کرنے لگے گا۔ یہ چینل ملیالم زبان میں ہوگا۔ مرکز جماعت میں ہم اس بات کی کوشش کررہے ہیں کہ ہمارا کوئی میڈیا ہاؤس ہو، جہاں ہم کچھ چیزیں تیار کرکے دوسروں کو فراہم کرسکیں۔ اس کام میں ہم لگے ہوئے ہیں۔ ان شاء اللہ جلد اس کی کوئی صورت سامنے آئے گی۔

تحریک اسلامی کا علمی کام مختلف زبانوں میں

سوال 〈۹〉: میری معلومات کی حد تک ہندوستان میں اسلامی تحریک کا تمام کام اردو زبان میں ہے، دوسری زبانوں میں ہمارا کام نہیں ہے۔ اس وجہ سے کیا ایسا نہیں لگتا کہ ہم حاشیہ پر چلے گئے ہیں اور دوسری زبان بولنے والوں سے ہمارا رابطہ نہیں ہے اور ہم ان میں تحریک کا کام نہیں کرپارہے ہیں۔

جــواب: آپ کی یہ بات صحیح نہیں ہے کہ ہمارا تمام کام اردو زبان میں ہے۔ ہندوستان کی جتنی بڑی ریاستیں ہیں، ان میں جو زبانیں بولی جاتی ہیں ان میں ہمارا لٹریچر موجود ہے۔ جو کتابیں اردو میں تیار کی گئی ہیں انھیں ان زبانوں میں منتقل کیا جارہا ہے۔ قرآن کریم کا ترجمہ ان زبانوں میں کیا گیا ہے، احادیث کے مجموعے تیار کیے گئے ہیں۔ ملیالم، کنڑ، بنگلہ، تمل، مراٹھی اور دیگر علاقائی زبانوں میں بڑی تعداد میں ہم نے اپنے لٹریچر کا ترجمہ کردیا ہے اور ان زبانوں میں طبع زاد کتابیں بھی شائع ہورہی ہیں۔

☆☆☆

غیر مسلموں سے تعلقات اور ان کے حقوق

مولانا سید جلال الدین عمری

موجودہ دور میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان تعلقات کا موضوع کافی اہمیت اختیار کرگیا ہے۔ اسلام دشمن اور متعصب ذہن نے اس سلسلہ میں بڑی غلط فہمیاں پیدا کردی ہیں۔ مثلاً انھوں نے یہ پروپیگنڈا کیا ہے کہ اسلام اپنے ماننے والوں کے علاوہ دوسرں کو موجبِ گردن زنی قرار دیتا ہے اور اس میں مذہبی رواداری اور توسّع نہیں پایا جاتا۔ اس کتاب میں غیر مسلموں کے ساتھ حسنِ سلوک، ان کی مذہبی آزادی اور مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان معاشرتی، معاشی اور سیاسی تعلقات پر اسلامی نقطۂ نظر سے بحث کی گئی ہے۔ فاضل مصنف کے جاندار اور رواں دواں قلم نے سلیس اور دلکش اسلوب میں پیچیدہ مسائل کی گتھی سلجھائی ہے۔

ہندوستان کے پس منظر میں غیر مسلموں سے تعلقات کا موضوع مستقل زیر بحث رہتا ہے۔ اس پر یہ اپنی نوعیت کی پہلی مفصل کتاب ہے، جو اسلام کے موقف کو بہترین انداز میں پیش کرتی ہے۔ اس سے دعوت و تبلیغ کے میدان میں کام کرنے والوں کی بھی ایک اہم ضرورت پوری ہوتی ہے۔

آفسیٹ کی حسین طباعت، عمدہ کاغذ، صفحات: ۳۳۲ قیمت (مجلّد) ۱۴۰ روپے

ملنے کے پتے

ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی، پوسٹ بکس نمبر: ۹۳ علی گڑھ ۱

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز، دعوت نگر ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی ۲۵